من اصحاب الفتاوی کصاحب الخلاصۃ وغیرہ حیث ذکر وان المختار عدم الاشارۃ بل ذکر بعضہم انہا مکروھۃ فالحذر الحذر من الاعتماد علی قولہم فی ھذہ المسئلۃ انتہی ۔ اسی طرح دیگر علمائے حنفیہ نے بھی منع کرنے والوں کی تردید اور تجہیل کی ہے ۔ بعض نے اس پر مستقل رسالے بھی لکھے ہیں چنانچہ ملا علی قاری حنفی اپنے رسالہ تزیین العبارۃ لتحسین الاشارۃ میں لکھتے ہیں ، وبالجملۃ فھو مذکور فی الصحاح الست وغیرھا لما کاد ان یکون متواترا بل یصح ان یقال انہ متواتر معنی فکیف یجوز لمومن باللہ ورسولہ ان یعدل عن العمل بہ ویاتی التعلیل فی معرض النص الجلیل انتہیٰ ۔

(۲) نماز جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد میت کے گرد حلقہ باندھ کر کلام اللہ پڑھ کر مردہ کو بخشنا بے اصل اور بے ثبوت چیز ہے ۔ اس لئے اس کے بدعت ہونے میں شبہ نہیں کرنا چاہئے ۔

(۳) اہلحدیث عورتوں کے ختنہ کرنے کے قائل نہیں ہیں کیونکہ کسی معتبر حدیث سے اس کا ثبوت نہیں ملتا ۔ قال فی عون المعبود ص۴۳۳ ج۴ شرح سنن ابی داؤد حدیث ختان المرأۃ روی من اوجہ کثیرۃ وکلہا ضعیفۃ معلولۃ مخدوشۃ لا یصح الاحتجاج بہا وقال ابن المنذر لیس فی الختان خبر یرجع الیہ ولا سنۃ یتبع وقال ابن عبد البر فی التمہید والذی اجمع علیہ المسلمون ان الختان للرجال انتہی

(۴) بیعت کی کئی قسمیں ہیں مثلاً بیعتِ[1] خلافت ۔ بیعتِ[2] اسلام ۔ بیعتِ[3] ہجرۃ وجہاد ۔ بیعتِ[4] ثبات وتوثق فی الجہاد ۔ بیعتِ[5] تمسک بحبل التقویٰ یا بیعت توبہ .... وترک معاصی وپابندی ۔ پہلی چار قسموں کے جواز میں تو کوئی شبہ ہی نہیں ۔ پانچویں قسم یعنی بیعت توبہ بھی جائز اور مباح ہے ۔ واجب اور فرض نہیں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جریر ؓ سے محافظتِ نماز ، ادائگی زکوٰۃ اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کی بیعت لی تھی ۔ اور ۸ھ میں سورہ ممتحنہ کے نزول اور فتح مکہ کے بعد مدینہ میں انصار و مہاجرین کی ایک جماعت سے ان امور پر بیعت لی جو بیعۃ النساء والی آیت میں مذکور ہیں ۔ (بخاری وغیرہ) اور فقراء مہاجرین سے اس امر پر بیعت لی کہ کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائیں اور نہ کچھ مانگیں (ابن ماجہ) اور عورتوں سے ترک نوحہ کی بیعت لی ۔ (بخاری وغیرہ) اور ظاہر ہے کہ ان حدیثوں میں جس بیعت کا ذکر ہے ۔ وہ نہ بیعتِ خلافت وامارت تھی نہ بیعتِ اسلام نہ بیعتِ ہجرۃ وجہاد بلکہ بیعت توبہ وعزم ترک معاصی وپابندیٔ احکامِ شرعیہ تھی یا یوں کہئے کہ بیعتِ تمسک بالسنۃ واجتناب عن البدعۃ والتزامِ طاعات تھی ۔ خلاصہ یہ کہ یہ محض استیثاقِ عہد تھا اور اس سے مقصود تزکیہ واصلاح تھا ۔ رہا یہ شبہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے امیر اور بادشاہ اور خلیفۃ اللہ فی الارض تھے ۔ اس لئے مسلمانوں سے آپ کی ہر بیعت بحیثیت خلیفۃ اللہ فی الارض اور امیر و بادشاہ ہونے کے تھی ۔ پس خلفاء اور امراء مسلمین کے لئے ہی بیعت جائز اور مباح ہوگی نہ علماء اور شیوخ کے لئے ۔ سو واضح ہو کہ

احکام شرعیہ ۔ بیعت ارادہ برائے حصول مقامات عرفان و وصول منازل احسان ۔

یہ شبہ بے موقع اور بے محل ہے۔ اس لئے کہ آنحضرت کی دو حیثیتیں تھیں، ایک خلیفۃ اللہ فی الارض ہونے کی اور دوسری عالم اور معلم کتاب وسنۃ اور مزکیٔ امت ہونے کی۔ پس علی جہۃ الخلافۃ والامارۃ جو بیعت لی ہو وہ خلفاء کے لئے مشروع ہوگی اور کتاب وسنّت کا معلم اور امت کا مزکی ومصلح ہونے کی جہت سے جو بیعت لی ہوگی وہ علماء کاملین کے لئے مشروع ومباح ہوگی اور ان جہتوں میں امتیاز امور متعلقہ بیعت کے ذریعہ کیا جائیگا فتدبر ولا تعجل۔ خلفائے راشدین کے زمانہ میں یہ بیعتِ توبہ اس لئے متروک ہوگئی کہ اپنے اندر کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتی۔ صرف حدجواز واباحت میں ہے۔ بعض حالات میں اس کا کرنا بہتر ہو جاتا ہے۔

دوسرے یہ کہ اُس زمانہ میں صحابہ بکثرت موجود تھے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے نورانی ہو چکے تھے۔ اُن کا حال قال سے بڑھا ہوا تھا۔ عام حالات نے اس سے مستغنی کر دیا تھا۔ ان کو تزکیہ واصلاح حال کے لئے خلفاء کے ہاتھ پر بیعتِ توبہ کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ عام حالات سدھرے ہوئے ہوں تو یہی اصلاح کے لئے کافی ہے۔ قول عہد ومعاہدہ کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ اور خلفائے راشدین کے بعد کے زمانوں میں غیر خلیفہ کے ہاتھ پر اس بیعت کا رواج اس لئے نہیں تھا کہ بیعتِ خلافت کا گمان ہونے کی وجہ سے بغاوت کا الزام اور پھر فتنہ کا اندیشہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی اس کی چنداں ضرورت نہیں تھی۔ آپ نے صرف بیان جواز کے لئے کیا تاکہ کبھی موقعہ ہو تو اس پر عمل کر لیا جائے۔ بلکہ شاہ ولی اللہ صاحب تو لکھتے ہیں وھما لاشك فیہ ولا شبھۃ انہ اذا ثبت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعل علی سبیل العبادۃ والاھتمام بشانہ فانہ لا ینزل عن کونہ سنۃ فی الدین (القول الجمیل)

بہرحال اس بیعت کے جواز میں کوئی شبہ نہیں کرنا چاہئے۔ آجکل پیری مریدی کے سلسلہ میں اہل بدع کا عوام پر جو اثر ہے سب پر کھلا ہوا ہے۔ اس مہلکہ سے عوام کو نکالنے کے لئے بڑا ذریعہ یہی بیعتِ توبہ ہے اس لئے اس کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جا سکتا لیکن یہ کام ہر کس وناکس کا نہیں ہے بلکہ شیخ کامل کا ہے کیونکہ اس کی عملی زندگی لوگوں پر اثر انداز ہوگی اور پھر شیخ کامل بھی اس کی تمنا نہ کرے نہ اپنے آپ دعوت دے ہاں لوگ کسی کی طرف رجوع کریں اور مرجوع الیہ شخص پورا محتاط ہو۔ اہل بدع کی طرح اس کو ذریعۂ معاش نہ بنائے اور اپنے اندر اس عبارثقیل کے اُٹھانے کی صلاحیت پاتا ہو تو اس امر کی طرف قدم اٹھائے ورنہ اپنے کو خطرہ میں نہ ڈالے یہ کام بڑی ذمہ داری کا ہے۔

صوفیوں کے یہاں بیعت کے متوارث طریقے تین ہیں (۱) بیعتِ توبہ جس پر مفصل بحث گذر چکی۔

(۲) بیعت تبرک یعنی برکت حاصل کرنے کے قصد سے سلسلۂ سندِ حدیث کی طرح سلسلۂ صلحا میں دخول و

شمول کی بیعت کہ صوفیہ کے نزدیک یہ بیعت برکت کے حصول کا باعث ہے۔ (۳) وہ بیعت جو تمام علائق دنیاوی سے تعلق توڑ کر صرف اللہ سے تعلق قائم کرنے اور قلب کو صرف اسی کے ساتھ وابستہ کر لینے اور ظاہر و باطن ہر حالت میں منہیات سے کلی اجتناب اور اوامر کے امتثال اور دائمی مجاہدہ و ریاضت کے لئے اختیار کی جائے بلفظ دیگر بیعت ارادت جو حصول مقامات عرفان اور وصول منازلِ احسان کی غرض سے عمل میں لائی جاتی ہے۔

دوسری قسم یعنی بیعتِ تبرک بے اصل ہے۔ اس قسم کے سلسلۂ بیعت کی سند نہیں ملتی۔ اور حضرت علی رضؓ کے حضرت حسن بصری کو خرقہ پہنانے کا قصہ بے اصل اور غلط محض ہے۔ حسن بصری کا حضرت علی رضؓ سے لقاء، سماع ثابت ہی نہیں۔ لم یثبت عند النقاد المهرة سماع الحسن البصري من علي بن ابي طالب كما ذهب اليه علي بن المديني وابو زرعة والترمذي وابن ابي حاتم والبزار وغيرهم قال الامام عبد الرحمن بن ابي حاتم في المراسيل سئل ابو زرعة عن الحسن لقي احدا من البدريين قال رأهم رؤية رأى عثمان بن عفان وعليا قلت سمع منهما حديثا قال لا وكان الحسن البصري يوم بويع لعلي ابن اربع عشرة ورأى عليا بالمدينة ثم خرج علي الى الكوفة والبصرة ولم يلقه الحسن بعد ذلك وقال الحسن رأيت الزبير يبايع عليا۔ حدثنا محمد بن احمد ابن البراء قال علي بن المديني لم ير الحسن عليا الا ان يكون رأه بالمدينة وهو غلام انتهى۔ وقال الترمذي في باب ما جاء في من لا يجب عليه الحد ولا نعرف للحسن سماعا من علي بن ابي طالب انتهى۔ وقال البزار في ترجمة سعيد بن المسيب عن ابي هريرة وروى الحسن عن علي بن ابي طالب غير حديث ولم يسمع منه وبينهما قيس بن عباد وروى البزار في مسنده حديث افطر الحاجم والمحجوم من طريق الحسن عن علي ثم قال البزار جميع ما يرويه الحسن عن علي مرسل وانما يروي عن قيس بن عباد وغيره عن علي انتهى۔ وقال السخاوي في المقاصد الحسنة قال شيخنا (الحافظ ابن حجر) ان من الكذب المفتري قول من قال ان عليا البس الخرقة الحسن البصري فان ائمة الحديث لم يثبتوا للحسن بن علي سماعا فضلا عن ان يلبسه الخرقة ولم ينفرد شيخنا بهذا بل سبقه اليه جماعة كالدمياطي والذهبي والعلائي والمغلطائي والعراقي وابن الملقن والبرهان الحلبي وغيرهم انتهى واعظم ما يستدل به على اثبات سماع الحسن البصري من علي رضؓ رواية ابي يعلى الموصلي فقد قال العلامة جلال الدين السيوطي في اتحاف الفرقة برفع الخرقة والشيخ ابراهيم الكردي الكوراني المدني في رسالته المسماة بتنوير الاذهام بتنفير الاوهام والشيخ محمد عابد السندي في حصر الشارد قال الحافظ ابن حجر وقع في مسند ابي يعلى الموصلي قال حدثنا جويرة بن اشرس انا عقبة بن ابي الصهباء الباهلي قال سمعت الحسن يقول سمعت عليا يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مثل امتي مثل المطر الحديث قال الشيخ محمد بن حسن

الصیرفی، ھذا نص صریح فی سماع الحسن من علی رجالہ ثقات حوثرۃ وثقہ ابن حبان وعقبۃ وثقہ احمد بن حنبل وابن معین انتھی۔ **قلت** فی الاستدلال بھذہ الروایۃ نظر لان حوثرۃ بن اشرس البصری لیس من الحفاظ الاثبات وما وثقہ احد من ائمۃ الجرح والتعدیل بل ھو مستور مجھول الحال نعم لیس ھو مجھول العین لان ابایعلی الموصلی والحسن بن سفیان یرویان عنہ وذکرہ ابن حبان البستی فی کتاب الثقات فی الرواۃ الذین رووا عن تبع الاتباع فقال حوثرۃ بن اشرس العدوی ابوعامر من اھل البصرۃ یروی عن حماد بن سلمۃ والبصریین حدثنا عنہ الحسین بن سفیان وابو یعلی مات سنۃ احد وثلاثین ومائۃ انتھی۔ لکن بذکرہ الحوثرۃ فی کتاب الثقات لایثبت توثیقہ علی تعریف الجمھور بل لابی حاتم بن حبان اصطلاح خاص فی کتاب الثقات لانہ یذکر فی کتابہ کل رجل قد وثق وجاء فیہ تعدیل وکل رجل لم یجرح وان لم یوثق فیذکر فی ثقاتہ من کل النوعین فاذا لم یکن فی الراوی جرح ولاتعدیل ھو ایضاً ثقۃ علی رأی ابن حبان وھو مستور الحال عند الجمھور وروایۃ المستور لم یقبلھا الجمھور فمن یکون من النوع الاول ای من جاء فیہ تعدیل اویکون من المشاھیر فھو ثقۃ عند الجمھور وابن حبان فکل رجل یکون من النوع الثانی ای ممن لم یکن فیہ جرح ولاتعدیل فھو ثقۃ عند ابن حبان فقط قال السخاوی فی فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث فی باب بیان الصحیح الزائد علی الصحیحین مانصہ۔ قال الحافظ ابن حجر واذا لم یکن فی الراوی جرح ولاتعدیل وکان کل من شیخہ والراوی عنہ ثقۃ ولم یات بحدیث منکر فھو عند ابن حبان ثقۃ وفی کتاب الثقات لہ کثیر ممن ھذہ حالتہ ولاجل ھذا ربما اعترض علیہ فی جعلھم من الثقات من لم یعرف اصطلاحہ ولااعتراض علیہ فانہ لایشاحر فی ذلک انتھی وقال السخاوی ایضاً فی باب معرفۃ من تقبل روایتہ ومن ترد مانصہ ذھب ابن خزیمۃ الی ان جھالۃ العین ترتفع بروایۃ مشھور والیہ یؤمی قول تلمیذہ ابن حبان العدل من لم یعرف فیہ الجرح واذا التجریح ضد التعدیل فمن لم یجرح فھو عدل حتی یتبین جرحہ اذلم یکلف الناس ماغاب عنھم وقال فی ضابطۃ الحدیث الذی یحتج بہ ماحصلہ انہ ھو الذی یعری راویہ من ان یکون مجروحا اوفوقہ مجروح اوکان سندہ مرسلا اومنقطعا اوکان المتن منکرا فھو مشعر بعدالۃ من لم یجرح ممن لم یرو عنہ الا واحد وینا بین یقول فی ثقاتہ ایوب الانصاری عن سعید بن جبیر وعنہ مھدی بن میمون لاادری من ھو ولا ابن من ھو فان ھذا منہ یؤید انہ یذکر فی الثقات کل مجھول روی عنہ ثقۃ ولم یجرح ولم یکن الحدیث الذی یرویہ منکرا انتھی۔ فانظر ان ایوب الانصاری مع کونہ مجھول الحال مستورا ذکرہ ابن حبان فی الثقات لانہ ممن لم یجرح وکذا ذکر ابن حبان جماعۃ من المستورین فی الثقات لان مسلکہ مشعر بعدالۃ من لم یجرح

لعبد اللہ بن قیس الراوی عن الحارث بن اقیش وھو مجھول وذکرہ ابن حبان فی الثقات فھکذا حوثرۃ بن اشرس البصری ما ضعّف لکن لم یوثقہ احد من ائمۃ الجرح والتعدیل وانما ذکرہ ابن حبان فی کتاب الثقات علی قاعدتہ من انہ یذکر فی الثقات کل مجھول روی عنہ ثقۃ ولم یجرح فحوثرۃ ثقۃ عند ابن حبان ومجھول الحال ومستور عند الجمھور وھو قد غلط ووھم فی ھذہ الروایۃ بذکر لفظ السماع فان علی بن المدینی وابازرعۃ والترمذی وابن ابی حاتم والبزار وامثالھم الذین خلقوا لنقد الاحادیث والرجال لا یخفی علی ھؤلاء النقاد مثل ھذہ الروایۃ المشعرۃ بالسماع ومع کونھم قد بالغوا فی انکار سماع الحسن من علی فکیف یجتمع علی اثبات السماع من مثل ھذہ الروایۃ۔

تیسری قسم یعنی بیعتِ ارادت محض امورِ مباحہ سے ہے سنت یا واجب یا فرض نہیں ہے۔ اگرچہ اس مقصد کے لئے بیعت کرنے کی نظیر عہدِ رسالت و زمانہ خلافت راشدہ میں اور نہ بعد کے قرون خیر میں ملتی ہے۔ کیونکہ قرون مشہود لہا بالخیر میں مقاماتِ عرفان اور منازل احسان کے حصول کے لئے بیعت کا ذکر نہیں ملتا۔ البتہ جیسا کہ گذر چکا بیعت کی اقسامِ خمسہ ضرور موجود تھیں لیکن اس بیعتِ ارادت کو بدعت و ضلالت کہنا محل تامل ہے۔

بہرکیف ہمارے نزدیک اخلاص نیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بکثرت درود و سلام کے ساتھ کتاب اللہ اور سنت رسول پر عمل کرنا اصلاحِ باطن کے لئے کافی ہو سکتا ہے۔ مگر اگر کسی کامل شیخ کی صحبت نصیب ہو جائے تو اس کی صحبت اصلاحِ حال اور تطہیر باطن میں بہت ممد و معاون ہو جائے گی۔

اصل عملِ صالح اور تقویٰ و خشیتِ الٰہی ہے۔ اور انسان جب متقی ہو جاتا ہے تو عرفان و احسان کے مقامات بقدر مقدر اس کو خود بخود حاصل ہو جاتے ہیں کیونکہ یہ سب ثمرات و نتائج ہیں اعمالِ صالحہ کے نہ نفس اعمال و مطلوبِ شارع۔ تصوف اور صوفی کی حقیقت اور رسمی صوفیوں کے مروجہ و محدثہ مراسم و مکائد کے لئے تلبیس ابلیس لابن الجوزی پڑھئے اور بیعت سے متعلق مفید بحث "رسالہ بیعت" للعلامہ سلامت اللہ الجیر اجفوری میں ملاحظہ کیجئے۔

(بقیہ مضمون صفحہ ۸)

تو یہ خطبہ نہیں بلکہ نعوذ باللہ ایک قسم کا ڈرامہ بن جاتا ہے۔ پس شانِ رسالت کی عظمت کا تقاضا یہی ہے کہ آنحضور کے علم کی طرف وہی باتیں منسوب کی جائیں جو ان کی شایانِ شان ہوں لیکن کلیت اور استغراق کا بے ثبوت دعویٰ کرکے خواہ مخواہ آپ کی توہین کا مرتکب ہونا ایمان کی شان نہیں۔ (باقی)